رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... [illegible]
ششماہی .... [illegible]
سہ ماہی .... [illegible]

قیمت پرانا پرچہ (۳/)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن
ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... [illegible]
ششماہی .... [illegible]
سہ ماہی .... [illegible]

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۳) | ۱۰ شہریور ۱۳۵۲ ف | ۱۳ رجب ۱۳۶۲ ہ | ۱۷ جولائی ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۱۴)

مملکت آصفیہ کی معاشی و معاشرتی ترقی

ترقی کی سرگزشت

(۱)

سر ولیم بارٹن نے اپنی مشہور کتاب "ہندوستان کے والیان ریاست" میں مملکت حیدرآباد کا ذکر کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اچھی حکومت اور طاقت کی حامل سلطنت حیدرآباد ہندوستان اور تاج برطانیہ کے درمیان ناقابل شکست ارتباطی کڑی ہوگی۔

حیدرآباد نے سماجی اور معاشی ترقی کے میدان میں جو شاندار اقدامات کئے ہیں ان سے مسائل عامہ سے دلچسپی رکھنے والے اشخاص بخوبی واقف ہیں اور ذخائر آب پاشی کی تعمیر، وسائل نقل و حمل کی توسیع، امداد باہمی زراعت اور صنعت و حرفت جیسے محکموں کے قیام، تنظیم دیہی کی اسکیموں کے نفاذ اور تعلیم کی اشاعت کے ذریعہ حکومت سرکار عالی نے اعلیٰحضرت فرمانروائے حیدرآباد و برار کی ایک کروڑ سے زائد رعایا کی خوشحالی میں جو اضافہ کیا ہے اس کی نظیر تاریخ دکن میں ملنا بہت دشوار ہے۔

صحت عامہ اور حفظان صحت کی اسکیموں کے نفاذ اور زرعی پیشہ عوام کے مفاد کی مکمل حفاظت کے باعث کاشتکار اور مزدوری پیشہ طبقے اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اشاعت تعلیم کی جد و جہد کی بدولت دور افتادہ تعلقات و مواضعات میں غریبوں کے جھونپڑے بھی علم کی ضیا باریوں سے منور ہو رہے ہیں۔

خسرو دکن کی دلی تمنا

وائسرائے وقت لارڈ ہارڈنگ کے عہد میں ترتیب دی ہوئی شاہی ضیافت کے موقع پر تقریر فرماتے ہوئے اعلیٰحضرت خسرو دکن نے اپنے عہد حکومت کے آغاز ہی میں اس کی صراحت فرما دی تھی کہ حیدرآباد کے حکمراں کی حیثیت سے آپ کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ حکومت ہند اور باشندگان حیدرآباد سے متعلق تمام امور میں اپنے والد ماجد حضرت غفران مکاں کی اتباع فرماتے ہوئے حکومت ہند کے وفادار دوست رہیں اور اپنی رعایا کے حق میں ایک فیض رساں حکمراں ثابت ہوں۔ اس موقع پر بندگان اقدس نے اپنے اس یقین کا بھی اظہار فرمایا تھا کہ تاج معظم اور رعایائے حیدرآباد دونوں ان احساسات کے جواب میں ایسے ہی مخلصانہ جذبات کو اپنے دل میں جگہ دیں گے۔

اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے عہد حکومت کے ان تیس سال میں جن امور کی تکمیل ہوئی ہے وہ اس کا پورا ثبوت ہیں کہ مندرجہ بالا تقریر کی بنا پر جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں وہ بخوبی پوری ہوئیں۔

دور جدید کی ایک مملکت

اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے عہد حکومت میں تعلیم، صحت عامہ، آرائش بلدہ، دیہی تنظیم، زراعت اور صنعت و تجارت میں جو دور رس تبدیلیاں ہوئی ہیں اور وسائل نقل و حمل میں جو وسیع اضافہ ہوا ہے اس کی وجہ سے مملکت کی حالت کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ مملکت آصفیہ بڑی سرعت کے ساتھ ایک جدید طرز کی مملکت بن گئی ہے اور باشندگان ملک، ملکی نشرگاہ، فضائی سروس، جدید طرز کی تشہیری فلموں اور موٹر کمپنیوں سے محفوظ ریل سے ذریعوں جیسی آسائشی اشیاء سے مستفید ہو رہے ہیں۔ عوام پہلے جاہل تھے لیکن اب انہیں بتدریج تعلیم دی جا رہی ہے اور اس طرح وہ روشن خیالی اور تمدن کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ آب پاشی کے زبردست انتظامات کی بدولت ملک کی مادی دولت میں اضافہ ہو گیا ہے اور صحت عامہ و حفظان صحت کی اسکیموں کے باعث عوام کی اہم ترین ضرورتوں کی تکمیل ہو رہی ہے۔

مشرق و مغرب کا خوشگوار امتزاج

حیدرآباد نے اپنے قدیم اداروں کی بہترین خصوصیات کو بڑی احتیاط سے برقرار رکھنے کے ساتھ ہی جدید تمدن کی خوبیوں کو بھی آزادانہ طور پر اختیار کیا اور اس طرح حیدرآباد میں مشرق و مغرب کا ایک خوشگوار امتزاج رونما ہوا جو دکنی تمدن کی ایک نمایاں خصوصیت ہے اور جس کی وجہ سے حیدرآباد باقی ماندہ ہندوستان سے ممتاز ہے۔

سیاسی اعتبار سے حیدرآباد زبردست اہمیت کا حامل ہے چنانچہ حیدرآبادی وفد نے گول میز کانفرنس کے مندوبین کے اعزاز میں جو عشائیہ ترتیب دیا تھا اس میں تقریر کرتے ہوئے سر ہیگ ل ہور نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ نہ صرف بظاہر بلکہ درحقیقت حیدرآباد ایشیائی سلطنتوں کی صف اول میں شامل ہے۔ اگرچہ اعلیٰحضرت حضور نظام مملکت کے تمام اختیارات و اقتدار کا سرچشمہ ہیں لیکن انہوں نے اپنے کثیر اختیارات تفویض کرنے کو ترجیح دی چنانچہ یہ اختیارات صدر اعظم اور مختلف قلمدانوں کے حامل اراکین باب حکومت کو عطا کئے گئے ہیں۔

مقبول عام حکومت

جب برطانوی ہند میں دستوری اصلاحات

بقیہ ملاحظہ صفحہ (۹)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳	۱۰ شہریور ۱۳۵۲ف	نمبر ۱۳

سرمایہ داروں کی رائے ملک کی رائے نہیں ہے

محصول زائد نفع اندوزی کی تجویز کے خلاف کوئی قابل ذکر یا قابل قبول سائنسی یا اخلاقی وجوہ کے موجود نہ ہونے اور اس محصول کے فی نفسہ جائز اور معقول ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اب مخالفین ٹیکس مندرجہ ذیل دو اعتراضات پر اتر آئے ہیں۔

(۱) ایک اعتراض یہ ہے کہ مجلس مقننہ کی نمائندگی کے بغیر ٹیکس عائد نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوسری بات یہ کہی جا رہی ہے کہ اگر حکومت اس امر کا اعتراف کرے کہ وہ اپنے خسارہ کی پابجائی کے لئے یہ ٹیکس عائد کر رہی ہے تو ساہوکاروں اور بیوپاریوں کو اس ٹیکس کے ادا کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

پہلے اعتراض کے متعلق یہ کہنا کافی ہوگا کہ موجودہ مجلس وضع قوانین میں ساہوکاروں کو نمائندگی حاصل ہے اور راجہ پنالال پتی ساہوکاروں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اگر ساہوکار یا تجار بہ الفاظ دیگر وہ طبقہ جو زائد نفع اندوزی کر رہا ہے یہ کہنا چاہتا ہے کہ راجہ پنالال پتی رکن مجلس وضع قوانین اس طبقہ کے نمائندے نہیں ہیں یا یہ کہ راجہ صاحب موصوف پر اس طبقہ کو اعتماد نہیں ہے تو اس طبقہ کو چاہئے کہ صاف و صریح الفاظ میں اس امر کا اعلان کرے اور اپنی جانب سے کسی اور نمائندے کو نامزد کرے۔ ایسی صورت میں ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کو مجلس وضع قوانین سے راجہ پنالال پتی کو ہٹانے اور ساہوکاروں کی جانب سے کسی اور شخص کو نامزد کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ہم اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں کہ نفع اندوزی کرنے والے طبقہ کو مجلس وضع قوانین میں نمائندگی حاصل ہے اور اگر راجہ پنالال پتی نے اپنے ساتھیوں کا اعتماد کھو دیا ہے تو یہ ان کی بدقسمتی ہے تاہم راجہ پنالال کے بجائے طبقہ متعلقہ کے صحیح نمائندے کو نامزد کرنے میں بظاہر حکومت کو کوئی عذر نہ ہونا چاہئے۔ لیکن راجہ پنالال پتی پر ان کے طبقہ کی بے اعتمادی کا اظہار صراحتاً اور با اعلان ہونا چاہئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے جانشین کا انتخاب بھی اسی طرح صراحتاً اور با اعلان ہو۔ اس خصوص میں ہماری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ اس طبقہ کو راجہ پنالال پتی سے بہتر نمائندہ نہیں مل سکتا۔ راجہ پنالال جی طبقہ ساہوکاران کی ناک ہیں۔

مگر مندرجہ بالا اعتراض کا یہ مفہوم ہے کہ مجلس وضع قوانین رعایا کے جملہ طبقات کی پوری طرح نمائندہ نہیں ہے تو یہ اعتراض ایسا ہے جو ہر قسم کے ٹیکس کی وصولی کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ واقعہ کہ حیدرآباد کی رعایا اس قسم کا عذر و حیلہ کئے بغیر انکم ٹیکس اور دوسرے محاصل ادا کرتی آ رہی ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ سرمایہ داروں کا پیش کردہ عذر مغربی ممالک کی نقالی ہے اور محض طوطے کی طرح دہرایا جا رہا ہے۔ اور یہ جانتے ہوئے دہرایا جا رہا ہے کہ اس استدلال کو کسی حلقہ میں کوئی وقعت نہیں دی جائے گی۔

حیلہ جوئی

ایک اور بات یہ کہی جا رہی ہے کہ حکومت کے موازنہ میں خسارہ ہے جس کی پابجائی کے لئے جدید ٹیکس عائد کیا جا رہا ہے۔ اگر حکومت اس حقیقت کا اعتراف کرے تو ساہوکاروں کو ٹیکس ادا کرنے میں عذر نہ ہوگا۔

اس استدلال کو چھوٹا منہ بڑی بات کہتے ہیں۔ حکومت کا موازنہ آئینہ کی طرح ہر صاحب بصیرت کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ حکومت حیدرآباد کی مالی ساکھ، اس کا مالی وقار، اس کے حالات محفوظ اور اس کا سرمایہ جو مختلف نفع بخش کاروبار میں لگا ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اگر حکومت سال رواں کے موازنہ کی موقتی کمی کو پورا کرنے کے لئے زائد نفع اندوزی پر محصول عائد کرنا چاہتی تو اس کو ایسا کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جنگ سے پیدا شدہ گرانی اور تکلیف کے ازالہ کے لئے پبلک اور کارکنوں کے مطالبہ پر حکومت نے یہ ٹیکس عائد کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اگر کوئی تاجر یا ساہوکار اس خیال خام میں مبتلا ہے کہ حکومت کے پاس روپے کی قلت ہے تو وہ آنکھ رکھتے ہوئے حقیقت کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ خدا کے فضل سے مملکت آصفیہ کے مالیات نہایت مستحکم ہیں۔ بعض افراد کی یہ کوشش کہ اپنی چالاکی و ہوشیاری سے حکومت کی مالی ساکھ کو متاثر کریں ہرگز بار آور نہ ہوگی۔ محصول زائد نفع اندوزی اس لئے جائز اور ضروری ہے کہ زائد نفع اندوزی ناجائز اور نادرست ہے۔ اگر غریب طبقوں کو تکلیف نہ بھی ہوتی اور ناجائز نفع اندوزی جاری رہتی تو اس وقت بھی ہم حکومت سے پر زور مطالبہ کرتے کہ وہ سرمایہ داروں کی اس ناجائز آمدنی کو غریبوں کی فرحت رسانی کے لئے لے تاکہ سرمایہ دار اور کارخانہ دار غریبوں، مجبوروں اور یتیم و بے بس انسانوں کے انتقام کا شکار نہ ہو جائیں۔ غرض تاجر اور ساہوکار یہ جانتے ہیں کہ حکومت کے پاس روپے کی کمی نہیں اور اگر کبھی حکومت کو مزید سرمایہ کی ضرورت لاحق ہو تو وہ اپنے تاجروں اور ملک کے آگے دست سوال دراز کر سکتی ہے جو دولت مندوں کا بھی ملجا و ماوا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ بعض ساہوکاران کے جلسہ میں اس خیال کو بار بار دہرایا گیا ہے کہ اگر حکومت اپنے خسارہ کا اعتراف کرے تو ساہوکار ٹیکس ادا کرنے تیار ہیں۔ جن ساہوکاروں یا تاجروں نے ایسے کلمات اپنی زبان سے نکالنے کی جرات کی ہے وہ اپنے خاندانوں کی تاریخ پر ایک بار نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہ پہلے کیا تھے اور مملکت آصفیہ کے جود و کرم نے انہیں کیا سے کیا بنا دیا۔ چندو لال کا دور گزر چکا جبکہ امور نظم و نسق کے انصرام کے لئے راجہ صاحب آنجہانی مقامی ساہوکاروں سے کروڑوں سودی قرض لیا کرتے تھے۔ اب حکومت جب کبھی جدید قرضہ کا اعلان کرتی ہے تو اس کی غائت رفع احتیاج نہیں ہوتی بلکہ کل سرمایہ کو بیرون ملک جانے سے روکنا مقصود ہوتا ہے تاکہ اس سرمایہ سے کوئی مفید اور نفع بخش کام اندرون ملک انجام دیا جائے۔ چنانچہ موازنہ اس بات کا شاہد ہے کہ گزشتہ تین سال کے دوران میں حکومت سرکار عالی نے تین کروڑ سے زیادہ رقم ذخائر آب کی تعمیر، قوت برقی کی تولید، وسائل حمل و نقل کی فراہمی اور دیگر نفع بخش شعبہ جات نظم و نسق پر صرف کی ہے۔

ہم کو یقین ہے کہ ملک کے تاجر اور ساہوکار جو مالیاتی امور میں ہم سے زیادہ باخبر ہیں ان حقائق سے بخوبی واقف ہیں۔ بعض ان کی پست ذہنیت ہے جو ان کو یہ کہنے پر آمادہ کر رہی ہے کہ حکومت ان کے آگے ہاتھ پھیلائے اور وہ بطور خیرات [illegible] حکومت کو دیں۔ حرص و طمع و دولت کی فراوانی انسان کے دماغ کو ماؤف کر دیتی ہے۔ ضرورت ہے کہ سرمایہ دار اور تاجر اپنے دماغی توازن کو برقرار رکھیں۔

اخفائے حقیقت

اب ہم مولوی [illegible] علی صاحب کی یادداشت کی طرف پھر ایک بار رجوع ہوتے ہیں۔ گزشتہ ہفتہ مقامی جرائد میں مسٹر [illegible] نے جو مقامی کمپنیوں کے حالات سے باخبر معلوم ہوتے ہیں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں اعداد و شمار کے ذریعہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سنہ ۱۹۳۹ء میں مقامی کمپنیوں کو [illegible] لاکھ کا منافع ہوا اور سنہ ۱۹۴۲ء میں ان کے منافع کی مقدار دو کروڑ سے زیادہ ہے [illegible] سنہ ۱۹۴۳ء میں ان منافع کی مقدار [illegible] تین کروڑ [illegible]

مسٹر راؤ نے سنہ ۱۹۴۲ء کے جو اعداد شائع کئے ہیں یہ ہیں۔

(۱) عثمان شاہی ملز۔ سرمایہ (۳۵) لاکھ منافع (۳۵) لاکھ فی صد (۱۰۰)

(۲) عظم جاہی ملز۔ سرمایہ (۱۸) لاکھ (۹۵) ہزار منافع (۳۵) لاکھ۔ فی صد (۹۴.۹)

(۳) دیوان گوپال ملز۔ سرمایہ (۲۰) لاکھ (۵۰) ہزار منافع (۱۰) لاکھ۔ فی صد (۵۰.۲)

(۴) محبوب شاہی ملز گلبرگہ۔ سرمایہ (۱۵) لاکھ (۲۰) ہزار۔ منافع (۳۵) لاکھ۔ فی صد (۲۲۹.۶)

(۵) حیدرآباد اسپننگ اینڈ ویونگ ملز سرمایہ (۱۰) لاکھ (۳۰) ہزار۔ منافع (۱۴) لاکھ فی صد (۱۳۲.۸)

(۶) نظام شوگر فیکٹری۔ سرمایہ (۳۵) لاکھ منافع (۲۵) لاکھ۔ فی صد (۷۱.۴)

(۷) حیدرآباد کنسٹرکشن کمپنی۔ سرمایہ (۲) لاکھ (۵۰) ہزار منافع (۸) لاکھ۔ فی صد (۳۲۰)

(۸) سرپور پیپر ملز۔ سرمایہ (۳) لاکھ (۳۰) ہزار منافع (۳) لاکھ۔ فی صد (۹۰.۹)

(۹) وزیر سلطان ٹوباکو کمپنی۔ سرمایہ (۵) لاکھ (۵۰) ہزار۔ منافع (۱۱) لاکھ۔ فی صد (۲۰۰)

حیرت ہے کہ مولوی رفیق علی صاحب نے اپنی یادداشت میں ان حقائق کا اخفا کیا۔ مسٹر راؤ نے اپنے مضمون میں یہ بھی بتایا ہے کہ اکثر مقامی کمپنیوں نے اس جنگ کے دوران میں کافی مدات محفوظ اکٹھا کر لئے ہیں۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ محبوب شاہی ملز کا مد محفوظ اس کے اصل سرمایہ سے چار گنا ہے۔ دیگر کمپنیوں کے مدات محفوظ بھی ان کے اصل ادا شدہ سرمایہ کے مساوی یا اس سے زائد ہو گئے ہیں۔ پس کمپنیوں کی مالی حالت ایسی مایوس کن نہیں ہے جیسی کہ مولوی رفیق علی صاحب کی یادداشت یا ساہوکاروں کی یادداشت میں ظاہر کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے کمپنیوں کی تباہی کا جو احتمال ظاہر کیا جا رہا تھا وہ بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ ٹیکس تو ۱۳۴۵ف سے کیوں عائد کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جنگ کو شروع ہوئے یہ چوتھا سال ہے۔ برطانوی ہند کے تاجر اور سرمایہ دار گزشتہ تین سال سے یہ ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔ اگر حکومت حیدرآباد مقامی تاجروں سے بجائے تین یا چار سال کے صرف (۱۳۵۲ف) سال کا ٹیکس وصول کرنا چاہتی ہے تو یہ حکومت کی سرمایہ داروں کے ساتھ بیجا رعایت ہے۔

ایک اور ستم ظریفی

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض ساہوکار اور ان کے مشیران قانونی نے جو ملک کی بدقسمتی سے سیاسی لیڈر بھی ہیں مقامی صحیفوں میں یہ کہا ہے کہ اگر وہ یا ان کے ساتھی باب حکومت کی رکنیت پر فائز ہوتے اور اقتدار کے حامل ہوتے تو صرف محصول زائد نفع اندوزی ہی نہیں بلکہ اسی نوعیت کے کئی محصول عائد کرتے۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نفس محصول سے انہیں بھی کامل اتفاق ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ مجوزہ محصول ہی پر اکتفا کرنے کو فرض جنگ کے لئے ناکافی سمجھتے ہیں۔ یہ اعتراف مجوزہ قانون کی حد تک نہایت خوش آئند ہے۔ اب رہی وہ اسپرٹ جو اس مجوزہ محصول کی مخالفت پر آمادہ کر رہی ہے سو اس کا قصہ ہی جدا ہے جس پر ہم نے بارہا اظہار خیال کیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ حضرات رعایا کے صحیح نمائندے نہیں ہیں۔ اگر انہیں رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال ہوتا تو وہ مجوزہ محصول کی مخالفت کرتے اور نہ ان زرعی قوانین کی جو محض کاشتکاروں کے مفاد میں نافذ کئے گئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان حضرات میں وہ صلاحیت ہی نہیں جو انہیں اپنے بادشاہ کے اعتماد کا مستحق بنائے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حضرات سیاسی مسائل میں ملک کے دیگر فرقوں اور طبقوں سے کوئی قابل عمل اور تشفی بخش سمجھوتہ کر لیتے اور برطانوی ہند سے مستعار لی ہوئی اصطلاحات میں گفتگو کرنے کے بجائے مملکت آصفیہ کے حالات کو پیش نظر رکھتے تو یقیناً ایسی صورت پیدا ہو سکتی جس کی بدولت ملک کی سیاسیات کا رخ مختلف اور بہتر ہوتا۔ مقام غور ہے کہ جو جماعت اقتدار کی طالب ہے وہ اسکیم اصلاحات کی مخالفت کرتی ہے۔ ملک کی مشترکہ اور ہندوستان کی قومی زبان کے خلاف شور مچاتی ہے اور حکومت کی ان تجاویز کو ناکام کرنے کی کوشش کرتی ہے جو محض رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جاری کی جاتی ہیں۔ اس اعمال نامہ کے ساتھ ہوس اقتدار ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔

جہاں تک محصول زائد نفع اندوزی کا تعلق ہے حکومت کو ہمارا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ اس خاص مسودہ کی حد تک مجلس وضع قوانین میں چند ایسے ارکان کا اضافہ کرے جو رائے عامہ کی صحیح ترجمانی کر سکتے ہوں۔ محض سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی رائے ملک کی رائے نہیں ہے۔

کوئلے کی برآمد

ہمارے ہاں ایک مراسلہ وصول ہوا ہے جس میں حاجی محمد یسین صاحب کنٹراکٹر نے ناظم صاحب اغذیہ کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:-

حیدرآباد میں آغاز جنگ کے وقت لکڑی بحساب فی روپیہ سوا دو من اور کوئلہ (۳۰) سیر فروخت ہوتا تھا لیکن لکڑی اور کوئلہ کی قیمتیں اشیائے ما یحتاج کی قیمتوں کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئیں تا آنکہ ایک ماہ قبل ان کی قیمتیں علی الترتیب فی روپیہ سوا من اور (۳۰) سیر تھیں لیکن اس کے بعد ان کی قیمتوں میں کچھ اتنی سرعت کے ساتھ اضافہ ہو گیا ہے کہ لکڑی بمشکل روپیہ کو (۳۰) سیر اور کوئلہ (۱۰) سیر مل سکتا ہے۔ اشیائے ما یحتاج کے ساتھ لکڑی اور کوئلہ کی قیمتوں میں اس قدر اضافہ غریب رعایا کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ حالانکہ موجودہ سرکار عالی میں لکڑی کی اب بھی قلت نہیں ہے لیکن کچھ عرصہ سے تمام قابل حصول لکڑی کوئلہ میں تبدیل کی جا کر بیرون ملک برآمد کی جا رہی ہے۔ اگر اس وقت اس کا انسداد نہ کیا جائے گا تو اندیشہ ہے کہ لکڑی اور کوئلہ کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ لہٰذا ارباب مقتدرہ سے استدعا ہے کہ وہ جلد از جلد اس کی روک تھام کے لئے ضروری احکام جاری فرمائیں۔

آزاد تجارت کے خلاف متحدہ محاذ

کٹک ۱۰ جولائی۔ اڑیسہ کے وزیر اعظم مہاراجہ صاحب پارلاکیمیڈی نے اخباری نمائندوں سے دوران ملاقات میں دہلی کی غذائی کانفرنس پر جس میں انہوں نے بھی اڑیسہ کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کی تھی تبصرہ ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا کہ صوبوں نے متحد ہو کر حکومت ہند پر زور ڈالا کہ وہ آزاد تجارت کا خیال ترک کر دے۔ آزاد تجارت کے خلاف جو دلیلیں دی جاتی ہیں ان پر انہوں نے کہا کہ آزاد تجارت اس وقت فائدہ بخش ہوتی جب غلہ کاشتکاروں کے پاس رہتا لیکن اس وقت اس طریقہ کو اختیار کرنا محض منافع خوروں کی امداد کرنے اور کسانوں اور صارفوں کے مفاد کو بھینٹ چڑھانے کے برابر ہوگا۔ اس کانفرنس میں صوبوں کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں ان کی مدد سے غذا کی تقسیم کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔ (ا۔پ)

محصول زائد نفع اندوزی کے مخالفین کا

مغالطہ خیز استدلال

از

ایس۔ این۔ راؤ۔ بی۔ اے

چونکہ مولوی میر لائق علی صاحب حیدرآباد کی صنعتوں کے رہنما اور حیدرآباد کے ایوان تجارت کے صدر ہیں اس لئے ان کی ذمہ دارانہ حیثیت کے مدنظر میں نے ان کی یادداشت محصول زائد نفع اندوزی کامل غور اور توجہ سے پڑھی۔ ان کی حیثیت کا لب لباب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد میں صنعتیں ابھی ابتدائی حالت میں ہیں اور اگر محصول زائد نفع اندوزی عائد کیا گیا تو صنعتی توسیع اور کاروبار کی نشوونما کو کاری ضرب پہنچے گا۔ اس حجت کی تائید میں انھوں نے کوشش کی ہے کہ برطانوی ہند کی چند صنعتی کارخانوں کی مالی حالت کا مقابلہ حیدرآباد کی ان صنعتی کمپنیوں کے سرمایہ کے ساتھ کیا جائے جنہیں وہ اول درجے کی قرار دیتے ہیں۔

غیر صحیح تقابل

اول تو انھوں نے برطانوی ہند کی ایسی کمپنیوں کو منتخب کرنے میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا ہے جو ان کے منشا مطلب ہوں۔ یہ بہت ہی آسان کام ہے کہ برطانوی ہند کے سیکڑوں صنعتی اداروں میں سے صرف نصف درجن ایسی کمپنیاں منتخب کر لی جائیں جو ۳۰ یا ۴۰ سال سے مستحکم بنیادوں پر قائم ہوں اور جنہوں نے قبل جنگ کے معمولی اوقات میں اپنے محفوظات رفتہ رفتہ جمع رکھے ہوں اور پھر ان کا مقابلہ حیدرآباد کے ایسے چھوٹے چھوٹے صنعتی کارخانوں کے ساتھ کیا جائے جو بالکل حال ہی میں قائم ہوئے ہوں۔ مثلاً انھوں نے کوشش کی ہے کہ پارچہ بافی کی مندرجہ ذیل بمبئی کی گرنیوں کا مقابلہ اعظم جاہی ملز لمیٹڈ کے ساتھ کیا جائے جہاں صرف (۲۳۴۹۹) چرخیاں (اسپنڈل) اور (۳۰۰) ماکو (لوم) ہیں اور جس کو قائم ہوکر ابھی چھ سات سال سے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو اور جس کا سرمایہ اٹھارہ لاکھ روپیوں سے بھی کم ہو۔

۱۔ سینچوری کاٹن اسپننگ اینڈ ولن ملز (جس کی رجسٹری ۱۸۹۷ء میں ہوئی اور جس میں (۹۳۹۰۵) چرخیاں اور (۱۰۵۰) ماکو ہیں۔

۲۔ بمبئی ڈائنگ اینڈ مینوفیکچرنگ ملز (جس کی رجسٹری ۱۸۷۹ء میں ہوئی اور جس میں ۱۶۵... چرخیاں اور (۱۵۰۰) ماکو ہیں)

۳۔ مدورا ملز (جس کی رجسٹری ۱۸۹۲ء میں ہوئی اور جس میں ۲۰۰۴۰۰ چرخیاں ہیں اور جو شاید دنیا بھر میں اپنی نوعیت کی ایک ہی کمپنی ہے جہاں سب سے زیادہ سوت تیار ہوتا ہے)

اس میں شک نہیں کہ حیدرآباد نے گزشتہ دس سال میں صنعتوں میں ترقی کی ہے اگر جنگ سے پہلے ان صنعتوں نے محفوظات قائم کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی تو اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہیں معاشی پستی کے ایسے دور سے گزرنا پڑا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مقامی کمپنیاں اچھی طرح چلتی رہیں

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسی تجارتی پستی کے باوجود کپڑے کی ایک یا دو گرنیوں کے سوا دوسری کمپنیاں اپنی ابتدائی حالت میں بھی نسبتاً اچھی چلتی رہیں۔ کپڑے کی گرنیوں میں گلبرگہ کی محبوب شاہی گرنی نے جو کسی قدر پرانی ہے اپنا محفوظ سرمایہ اس حد تک بڑھا لیا ہے کہ وہ اب ابتدائی سرمایہ کا ... ہو گیا ہے۔ اعظم جاہی ملز بھی حالیہ گرنیوں میں سے ہے جو جنگ شروع ہونے سے پہلے قائم ہوئی ہیں۔ اس نے کامیابی کے ساتھ اپنا محفوظ سرمایہ اپنے ابتدائی

شدہ سرمایہ کے مساوی کر لیا ہے۔ کارکردگی اور نفع آفرینی کے لحاظ سے شکر سازی اور کاغذ سازی کے کارخانے برطانوی ہند کی دوسری ہم پلہ گرنیوں کا مقابلہ اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زائد نفع اندوزی پر چالیس فی صد کی حد تک محصول عائد کرنے سے حیدرآباد کی صنعتی توسیع اور کاروبار کی نشوونما کو کاری ضرب پہنچے گا۔

قواعد ترجیح

محصول زائد نفع اندوزی ساری دنیا میں اصولاً تسلیم کر لیا گیا ہے اور یہ صاف طور پر بیان کیا جا سکتا ہے کہ محصول اندوزی کے قواعد ترجیح اور اصول عدالت اس کے طالب ہیں کہ حکومت کو یہ چارہ کار حاصل ہو کہ وہ پہلے ان افراد یا کمپنیوں کے زائد منافع پر محصول عائد کرے جنہوں نے حالات جنگ کے باعث اپنے منافعوں میں اضافہ حاصل کیا ہے۔ بقول مولوی لائق علی صاحب کے تجارتی طبقوں کی عقل سلیم جذبات سے گمراہ ہوتی جا رہی ہے۔

دو کروڑ کا منافع

مولوی لائق علی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنگ کے گزشتہ تین چار سال سے صنعتوں اور تجارت نے کافی منافع نہیں کمائے اور اپنے بیان کی تائید میں انھوں نے اعداد پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ آغاز جنگ کے تقریباً تین سال بعد مشترک سرمایہ کی مختلف کمپنیوں کی حالت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۳ء کے تنقیح شدہ اعداد سے واضح ہوگا کہ بجز ان صنعتوں کے جو آغاز جنگ کے شروع کی گئیں تقریباً تمام صنعتی اداروں نے محفوظات قائم کر لینے میں کامیابی حاصل کی ہے جن کی مقدار کم سے کم ان کے سرمایہ حصص کے مساوی ہے اور ایک دو صورتوں میں تو ان کی مقدار سرمایہ حصص کی دو چند یا سہ چند ہو گئی ہے۔ مولوی لائق علی صاحب کے بیان کے مطابق حیدرآباد کے نو (۹) بڑے صنعتی اداروں نے منافع کمائے ان کی مجموعی مقدار کم و بیش اسی (۸۰) لاکھ روپے ہے۔ یہ امر باعث دلچسپی ہوگا کہ اگر منافعوں کی اس مقدار کا مقابلہ ان اداروں کے ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء کے منافعوں کے ساتھ کیا جائے تو میرے اندازے کے بموجب اس کی مقدار حسب صراحت ذیل دو سو لاکھ روپیوں سے زائد ہوگی۔

نام	سرمایہ	اندازہ منافع	فی صد
۱۔ عثمان شاہی ملز لمیٹڈ	۵۴ لاکھ	۳۵ لاکھ	۶۴.۸
۲۔ اعظم جاہی ملز لمیٹڈ	۱۱۰۰۹۵	۳۵ لاکھ	۳۱۷.۹
۳۔ دیوان بہادر رام گوپال ملز لمیٹڈ	۲۰۹۸۰۰	۱۲ لاکھ	۵۷.۲
۴۔ محبوب شاہی ملز گلبرگہ	۵۹۳۰۰۰	۳۵ لاکھ	۵۹.۲
۵۔ حیدرآباد اسپننگ اینڈ ویونگ ملز لمیٹڈ	۸۴۰۰۰۰	۱۲ لاکھ	۱۴۲.۸
۶۔ نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ	۲۵ لاکھ	۲۵ لاکھ	۱۰۰
۷۔ حیدرآباد کنسٹرکشن کمپنی لمیٹڈ	۲۵۰۰۰۰	۸ لاکھ	۳۲۰
۸۔ سرسلک ملز لمیٹڈ	۷۱۲۰۰۰	۳۰ لاکھ	۴۲.۰۸
۹۔ وزیر سلطان ٹوباکو کمپنی لمیٹڈ	۱۵۸۵۰۰	۱۱ لاکھ	۶۹.۴

کیا مولوی لائق علی صاحب یہ کہنے کے لئے آمادہ ہیں کہ یہ غیر معمولی منافع جنگ کی بدولت زائد خوش بختی کے باعث نہیں ہوئے؟

جنگ کی بدولت سرپرستی

جنگ کی بدولت نوی صنعتوں کی سرپرستی ہوا کرتی ہے اور نتیجے کے طور پر پیداوار اور نفع کی مقداروں میں اضافہ ہوا کرتا ہے۔ ایسے منافعوں کے متعلق یہ قبول نہیں کیا جا سکتا کہ وہ قوت پیداوار کی اہمیت میں اضافہ ہونے یا کاروبار میں کوئی اندرونی کفایت رو بہ عمل لانے کے باعث حاصل ہوئے۔ جو اشخاص بے محنت ایسی بڑی بڑی رقمیں زبردست منافعوں اور سہام حصص کی غیر معمولی اضافہ شدہ قیمتوں کی شکل میں پاتے ہیں وہ ان کے کمانے کے لئے کوئی معاشی جدوجہد نہیں کرتے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایسا کوئی کام نہیں کرتے جس کی بدولت وہ ان منافعوں کے مستحق قرار پائیں لہٰذا جب حکومت ایسے منافعوں پر کوئی محصول عائد کرے اور ان منافعوں کا بڑا حصہ اپنی کم نصیب رعایا کے لئے مہیا کرے تو کوئی اخلاقی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ مجھے مسرت ہے کہ حیدرآباد کی تجارتی سرگرمیوں کا حوالہ دیتے ہوئے

بقیہ صفحہ (...) پر

محترمہ مسز سروجنی نائیڈو کی اپیل

خدمت خلق کی ایک اعلیٰ مثال قائم کرو

حیدرآباد۔ ۸ر جولائی۔ مسز سروجنی نائیڈو نے انجمن امداد قلت و گرانی اجناس کے امدادی فنڈ کے لئے حسب ذیل اپیل جاری کی ہے۔

"مجھے بڑا افسوس ہے کہ اپنی مسلسل علالت کی وجہ سے میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس کام میں کوئی عملی امداد دے سکوں۔ جو غذیہ کی شدید اور روز افزوں قلت کی بے پناہ تکالیف اٹھانے والے غریبوں کو تھوڑی بہت امداد دینے کے لئے شروع کیا گیا ہے۔ لیکن میں حضرت مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب کی اس اپیل کی پورے خلوص کے ساتھ تائید کرتی ہوں جو انھوں نے حال ہی میں ایک جلسہ عام میں بڑے پر زور اور فصیح الفاظ میں کی ہے۔ اور جس میں انھوں نے حیدرآباد والوں سے کہا ہے کہ اس اہم کام میں فیاضانہ امداد دیں۔

ایسے اوقات اور حالات میں ہمارے انسانی جوہر اور سیرت کی آزمائش ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ ہر جگہ اور فوری طور سے اس پر لبیک کہیں گے۔ اور سب لوگ خواہ وہ انفرادی حیثیت رکھتے ہوں یا جماعتی اس بات کو اچھی طرح محسوس کریں گے کہ ایسے مقصد کے ساتھ اشتراک عمل کرنا ایک اولین فریضہ ہے جو تمام انفرادی یا جماعتی مفادات۔ فرقہ وارانہ تنازعات اور سیاسی اختلافات سے بالاتر ہے۔ جو لوگ اپنے خاندان یا ذاتی حیثیت یا دولت کے اعتبار سے سماج کے قدرتی لیڈر اور عوام کی فلاح و بہبود کے امین ہیں ان سے میں خاص طور پر اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنے دوسرے ہم وطنوں کی رہنمائی کے لئے خدمت خلق کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دیں۔"

حکومت ہند کی غذائی اسکیم

آزاد تجارت سردست ممکن نہیں

نئی دہلی۔ ۸ر جولائی۔ حکومت ہند نے غذائی کانفرنس کی سفارشوں کے متعلق اپنے فیصلہ کا اعلان کر دیا ہے۔ حکومت ہند کے رکن اغذیہ سر عزیز الحق نے کہا کہ جنگ کے موجودہ حالات میں آزاد تجارت ممکن نہیں ہے۔ اپنی تقریر میں انھوں نے یہ باتیں کہیں۔

حکومت ہند تسلیم کرتی ہے کہ موجودہ حالات میں موجودہ بنیادی منصوبے کو جاری رکھنا ضروری ہے۔ صوبوں اور ریاستوں کی افراط یا قلت کے مطابق اس میں ترمیمات کر دی جائیں گی۔ اس بنیادی منصوبے پر عملدرآمد یا تو راست حکومت کے زیر انتظام ہونا چاہئے یا ایسے [illegible] کے تحت ہونا چاہئے جن پر صوبائی حکومتوں کی نگرانی قائم ہو۔

حکومت کو یقین ہے کہ تاوقتیکہ اغذیہ کی گرانی کے حکم پر سختی سے عملدرآمد نہ کیا جائے گا [illegible] کے حصول کے بنیادی منصوبے پر کامیابی سے عمل نہیں کیا جا سکے گا۔ صوبائی حکومتوں کو بھی ذخیرہ اندوزی کے خلاف [illegible] مہم چلانا چاہئے۔

حکومت ہند نے طے کیا ہے کہ تمام شہری علاقوں میں غذیہ کی راشن بندی کا طریقہ زیادہ سے زیادہ رائج کیا جائے۔ بمبئی جیسے شہروں میں یہ طریقہ خاصا کامیاب رہا ہے۔ افراط اور قلت کے صوبوں کے درمیان خرید و فروخت کے متعلق حکومت ہند نے یہ بات منظور کر لی ہے کہ یہ معاملات متعلقہ حکومتیں مرکز کی مداخلت کے بغیر راست طور پر طے کریں۔ قلت والے صوبوں اور ریاستوں کو اپنے [illegible] کی حد تک مرکزی حکومت کی منظوری کے ساتھ اس بات کی آزادی ہونا چاہئے کہ افراط والے علاقوں سے راست معاملت کر سکیں۔ اور ریلوے اور جہاز رانی کے حکام سے راست بندوبست کر سکیں۔ حکومت ہند نے کہا ہے کہ کوئی اعلیٰ زیادہ سے زیادہ قیمت قانونی طور پر مقرر کی جائے لیکن حکومت قیمتوں کو دیکھتی رہے گی اور تمام دوسرے انتظامی طریقوں سے قیمتوں کو متوازن حد پر قائم رکھنے کی کوشش کرے گی۔ صوبوں کو ایسی تمام کارروائیاں کرنے کا اختیار ہوگا جن سے وہ اپنے علاقوں میں قیمتوں پر قابو رکھ سکیں۔

حکومت ہند اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے کہ غذائی اجناس کی نگرانی کے حکم کو اور زیادہ قابل عمل اور سخت بنانے کے لئے اس میں [illegible] کی جائیں [illegible] پر جس تاریخ سے عمل ہوگا اس کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

سر عزیز الحق نے کہا کہ نگرانی غذائی [illegible] ہونے کے بعد مشرقی ہندوستان کے آزاد تجارت کے منطقہ کے صوبوں میں غلہ کی برآمد کے جو معاہدے ہوئے ہیں ان کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔

طویل المیعاد غذائی لائحہ عمل کی کمیٹی

نئی دہلی۔ ۸ر جولائی۔ حکومت ہند کی تشکیل کردہ طویل المیعاد غذائی لائحہ عمل کی کمیٹی کا اجلاس اب ہو رہا ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ متعلقہ حالات کی روشنی میں جن وہ حالات بھی داخل ہیں جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ یا جن کے پیدا ہونے کا امکان ہے ہندوستان میں اجناس خوردنی کی رسد، تقسیم اور قیمتوں سے متعلقہ سابقہ پالیسی اور ان کی موجودہ پوزیشن پر غور کرے گی۔ اور اس کے بعد کمیٹی اجناس خوردنی سے متعلقہ پالیسی اور دوران جنگ کے لئے ان کو حصول انتہائی پیداوار، مساویانہ تقسیم اور تصفیہ پر موزوں نگرانی سے متعلقہ نظم و نسق کے بارے میں سفارش کرے گی۔ اس کمیٹی کے صدر مشیر اغذیہ مسٹر [illegible] ہیں اور [illegible] ڈائرکٹر [illegible] مرکزی [illegible] اور ریاستی حکومتوں کے نمائندے بھی اس کمیٹی میں شریک رہیں گے۔ اس میں بعض غیر سرکاری ارکان بھی شامل رہیں گے۔

شہری علاقوں میں راشن بندی

شہری علاقوں میں راشن بندی کو بتدریج بڑھتے ہوئے پیمانہ پر [illegible] دینے کے اپنے فیصلہ کے مد نظر حکومت ہند بعض اہم امور پر غور کر رہی ہے جو اس اسکیم سے پیدا ہوتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راشن بندی مساویانہ تقسیم کا ایک ذریعہ ہے اور اس کی کامیابی کا دارومدار کئی عناصر پر ہے۔ ان عناصر میں سب سے زیادہ اہم عنصر راشن بندی سے متعلقہ جنس کی مناسب اور موزوں مقدار میں فراہمی ہے۔ راشننگ کے ذریعہ جنس خوردنی کی کافی مقدار میں نہایت بہتر طور پر فراہمی ہوگی۔ لیکن اس کے ذریعہ انفرادی مذاقوں کا لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ ان مقامات کے حکام کا یہ فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی راشن بندی کو رائج کیا جائے وہاں اس کی وجہ سے عوام کو جو تکلیف ہوتی ہیں اور ان میں جو ہیجان پیدا ہوتا ہے اس کو زیادہ سے زیادہ کم کرنے کی کوشش کریں۔ مسٹر [illegible] نے کہا کہ شہر [illegible] حکومت ہند [illegible] ان میں اس مسئلہ پر قابل لحاظ تجربہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا استعمال کر رہے ہیں۔

(ا۔ پ)

سیاسی نمک پارے

از

کشّاف

ایک استفسار ــــــ کیا محصول زائد نفع اندوزی ان عہدہ داروں پر بھی عائد ہوگا جو زائد رشوت ستانی کو ناجائز نہیں سمجھتے؟

جواب ــــــ چونکہ اس قسم کی زائد نفع اندوزی کے حسابات نہیں رکھے جاتے اس لئے منافع کا کوئی معیار مقرر ہو سکتا ہے اور نہ تشخیص ٹیکس ممکن ہے۔

سیٹھ کشتی نواس گنیریوال نے کمیٹی ساہوکاران کے حالیہ جلسہ میں محصول زائد نفع اندوزی کے خلاف تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"ملک میں تاجر طبقہ کی طرف سے اس مخالفت کے باوجود اگر حکومت اس قانون کو نافذ کرنے پر اڑی رہے تو تاجروں کا وفد حضرت اقدس و اعلیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کی سعادت حاصل کرے گا"

محصول زائد نفع اندوزی کی تجویز کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سیٹھ کشتی نواس گنیریوال نے دارود سے منہ پھیر کر کنگ کوٹھی مبارک کا رخ کیا ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس صراط مستقیم پر قائم رہیں۔

ایک صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ایوان تجارت وصنعت کے حالیہ جلسہ میں خان بہادر احمد علاؤ الدین صاحب نے اس امر پر زور دیا کہ:۔

"اگر محصول زائد نفع اندوزی کا نفاذ ہے تو ذمہ دارانہ حکومت بھی قائم ہونی چاہئے"

ذمہ دارانہ حکومت سے خان بہادر کا مطلب سرمایہ داروں کی حکومت ہی ہوگا لیکن خان بہادر نے اصطلاح تو وہی استعمال کی جو برطانوی ہند میں رائج ہے۔ خان بہادر کی اس رائے کے متعلق بہادر خان کی کیا رائے ہے؟

پنڈت رنگناتھ راؤ نے ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں کہ:۔

"یورپ اور امریکہ یا انگلستان اور خود ہندوستان میں جہاں ٹیکس (محصول زائد نفع اندوزی) نافذ ہے اس کا مقصد تعمیری ہے"

آگے چل کر اسی بیان میں فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ ٹیکس معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے نہیں بلکہ عموماً جنگ کے اغراض کے لئے عائد کیا جاتا ہے"

پنڈت جی براہ کرم خود تصفیہ فرمائیں کہ ان کے کس بیان کو صحیح سمجھا جائے۔

"ترجمان ملت" نے مجلس اتحاد المسلمین کے مسلک کے خلاف محصول زائد نفع اندوزی کی تجویز کی مخالفت میں پانچ اداریے سپرد قرطاس کرکے آخری اداریہ میں ایک پاس بہرے انداز میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے "شاید مجذوب کی بڑ ہے"

ہم سمجھتے ہیں کہ لفظ شاید کا استعمال غیر ضروری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ تجارتی طبقہ کے بعض لوگ ناجائز اور مذموم طریقوں سے اجناس کا ذخیرہ کر رہے ہیں تاکہ ان کی قیمتیں بڑھا کر معقول منافع حاصل کریں۔ (خان صاحب عبدالکریم بابو خان)

ہم راجہ پنالال پتی، سیٹھ بنکٹ لال پردو کا اور ہمارے دوست سیٹھ کشتی نواس گنیریوال کی جانب سے خان صاحب کے اس بیان کے خلاف احتجاج کرنا اپنا مقدس صحافتی فرض سمجھتے ہیں۔

اس ریاست میں بیوپاریوں نے بنکوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے بڑے بڑے خطرات اور مالی ذمہ داریاں قبول کرلی ہیں۔ (یادداشت کمیٹی ساہوکاران)

اگر بیوپاری ان "بڑے بڑے خطرات" کو جو مختلف کمپنیوں کی صورت میں ملک میں کارفرما ہیں عوام کے حق میں منتقل کرکے ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہیں تو عوام ان خطرات اور ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر لینے کے لئے بخوشی تیار ہیں۔ اگر ہمارے اس بیان کی صداقت میں ساہوکاروں کو شبہ ہو تو وہ کامریڈ اسوسی ایشن سے استفسار کریں۔

کمیٹی ساہوکاران کی رائے ہے کہ ادائی ٹیکس کا معیار (۲۳) ہزار سے بڑھا کر (۳۶) ہزار کیا جائے جو برطانوی ہند میں رائج ہے۔

اگر ساہوکاروں کی کمیٹی وہ جملہ ٹیکس ادا کرنے راضی ہے جو برطانوی ہند میں رائج ہیں تو برطانوی ہند کے معیار کو قبول کرنے میں حکومت کو عذر نہ ہونا چاہئے۔

کمیٹی ساہوکاروں کی یہ بھی رائے ہے کہ تشخیص ٹیکس کے معاملہ میں عہدہ دار سرکار اور ادا کنندہ کے مابین اختلاف ہو تو یہ مسئلہ ایک مجلس کے سپرد کیا جائے جس میں ساہوکار بھی شریک ہوں۔

ہم نے ساہوکاروں کے مشورہ سے ایسے تاجروں کی ایک فہرست مرتب کرنے کی کوشش کی جو مجوزہ مجلس کے رکن بن سکتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہر تاجر نے دوسرے تاجر پر بے اعتمادی کا اظہار کیا۔

سنا ہے کہ ساہوکاروں کی کمیٹی میں محصول زائد نفع اندوزی کی مخالفت میں سیٹھ محمد ایوب صاحب مالک دوکان محمد برادرس اینڈ سنس بہت پیش پیش تھے۔

اس مخالفت کی بظاہر یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ایوب سیٹھ تاجر ہیں اور کوئی تاجر زائد نفع اندوزی میں کمی گوارا نہیں کر سکتا۔ لیکن مخالفین ٹیکس میں نمایاں ہونے کی کوشش کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مخالفت میں کسی کی خوشنودی کا سودا پنہاں تو نہیں۔

مرغی کی کڑکڑ۔

مجوزہ ٹیکس پر مولوی میر ضیاءالحق صاحب کا بیان۔

(ایک معاصر کی سرخیاں)

یہ امر قابل طلب ہے کہ مولوی میر ضیاءالحق صاحب کا روئے سخن ایوان تجارت وصنعت کی طرف ہے یا کمیٹی ساہوکاران کی طرف لیکن اس بیان پر شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ سونے کے انڈے دینے والی مرغی ہے۔

تماشہ تو یہ ہے کہ جو تاجر نہیں ہیں وہ تاجروں کا اور جو زائد نفع تو کیا شاید خسارہ کے ساتھ اپنا کاروبار چلا رہے ہیں وہ بھی حتیٰ کہ وہ کالا کی جماعت بھی جو ٹیکس کی زد سے بالکل باہر ہے اور بہت سے سیاسی لیڈر بھی جن کے کمپنیوں کو زائد منافع سے دور کا بھی واسطہ نہیں ...... اس ٹیکس کے خلاف اپنا صحافتی بیان دینے پر مصر ہیں۔ خدا کرے حکومت اس ٹیکس کے وصول کرنے پر اتنی مصر ہو جتنا کہ یہ حضرات اپنا بیان چھپوانے پر اصرار کرتے ہیں۔ (ایم۔ ایم)

معزز معاصر کی اطلاع کے لئے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وکلاء کی جماعت گو ٹیکس کی زد سے باہر ہے لیکن ٹیکس ادا کرنے والوں کی زد سے باہر نہیں ہے۔ رہے کمیونسٹ سیاسی لیڈر ــــــ تو یہ سرمایہ داروں کی زد سے کب باہر ہیں۔ اب رہ گئے دوسری قسم کے مخالفین ان کی مخالفت نفع اندوزی کی ایک قسم ہے گو زائد نفع اندوزی کی نہیں۔

محصول زائد نفع اندوزی ضروری ہے

مولوی میر ضیاء الحق صاحب سابق نائب معتمد تعمیرات نے محصول زائد نفع اندوزی کے جواز سے متعلق انگریزی میں ایک مضمون بغرض اشاعت روانہ فرمایا ہے۔ ہمیں افسوس ہے عدم گنجائش کی وجہ سے اس کا مکمل ترجمہ شائع نہ ہوسکا۔ ذیل میں اس مضمون کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

"مملکت"

مسٹر ذوالفقار علی درجہ اول کی کاروباری ذہانت اور کافی تجارتی و تجزیری صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ وہ آج صنعتوں کے رہنما ہیں جو اس ریاست میں قومی تعمیر کی حیثیت رکھتی ہیں اور یہ ریاست آن کی اہم پسندی اور انتظامی قابلیت کی مرہون منت ہے کیونکہ انھوں نے بعض ایسی صنعتوں کو فروغ دیا ہے جو برطانوی ہند کے صوبہ جات کے لئے قابل رشک ہیں۔ لیکن انھوں نے صنعتی ترقی کے فطری جوش کے تحت اس مسئلہ سے متعلق (محصول زائد نفع اندوزی) ایک تنگ زاویہ نظر اختیار کیا ہے اور محصول اندازی کے نہایت ابتدائی اصولوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں ان وجوہ و نقوائے معدودہ کا لت کرنا نہیں چاہتا جو اس مسودہ قانون کی ترتیب کا باعث ہوئے ہیں۔ لیکن میں اپنے مضمون کو اس تمہید سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ ہر متمدن مملکت کا نصب العین عوام کی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔ اور ایک منظم حکومت کے تمام افعال اس مقصد واحد کے تابع ہوتے ہیں کہ اس کے شہریوں کے مفاد کو ترقی دی جائے۔

محصول اندازی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر شہری کو نظم ونسق کے انصرام اور اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے اپنی قابلیت کے تناسب سے ممکن حصہ لینا چاہئے یعنے اس آمدنی کے تناسب سے جو وہ مملکت کی حفاظت کے تحت حاصل کرتا ہے۔ مزید یہ کہ ہر محصول کو مناسب وقت پر اور اس طریقہ سے نافذ کرنا چاہئے کہ محصول اداکنندہ کے لئے سہولت بخش ہو۔ محصول اندازی میں اہم امور جو پیش نظر ہونے چاہئیں کہ محصول سے اس چیز پر اثر نہ پڑے جو محصول اداکنندہ کی بقا کے لئے ضروری ہے اور وہ دولت ہوتی نہ ہوجائے جس پر محصول عائد ہوتا ہے۔

اس بنیاد کا ایک خاکہ پیش کرنے کے بعد جس پر محصول زائد نفع اندوزی مبنی ہے حیدرآباد کی معاشی اور صنعتی تاریخ کے غیر خوش حال ماضی پر نظر ڈالنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت ہمیں سرمایہ یا مصارف محفوظ سے بحث نہیں بلکہ ان منافعوں سے بحث ہے جو جنگ سے پیدا شدہ حالات کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کمپنیوں کے باہمی تقابل کے لئے مماثل مدات کے اعداد کا تقابل ہونا چاہئے۔ مولوی ذوالفقار علی صاحب کی یادداشت کے صفحہ (۵) پر جو نقشہ دیا گیا ہے اس میں حیدرآباد کی سربرآوردہ کمپنیوں کے خاص منافعوں کی تفصیل درج ہے لیکن برطانوی ہند کی کمپنیوں کے منافعوں کے اعداد ظاہر نہیں کئے گئے۔ اگر ہم کوہ نور اور سنٹرل انڈیا کے سرمایہ کو لیں جو علی الترتیب (۵۰) لاکھ اور (۴۳) لاکھ ہے اور جو عثمان شاہی ملز کے تقریباً مماثل ہے (۴۳) لاکھ تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اول الذکر دو کمپنیوں نے جو منافع تقسیم کیا ہے وہ عثمان شاہی ملز کے مقابلہ میں علی الترتیب (۳۱) اور (۵) فیصد زیادہ ہے۔ شکر کے کارخانوں کی حد تک نظام شوگر فیکٹری جس کا سرمایہ (۳۵) لاکھ ہے (۹) فیصد منافع تقسیم کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں کھجوڑ شوگر فیکٹری جس کا سرمایہ نظام شوگر فیکٹری کے مقابلہ میں نصف سے کم یعنے ۱۵ لاکھ ہے (۵۰) فی صد منافع کا اعلان کرتی ہے۔ سب سے کم منافع دیتا اس نے جس کا سرمایہ (۳۰) لاکھ ہے (۵) فیصد تقسیم کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ حیدرآباد کنسٹرکشن کمپنی جس کا سرمایہ (۵) لاکھ اور مد محفوظ (۱) لاکھ ہے (۲۰) فیصد منافع تقسیم کرتی ہے۔ اس کے مقابلے اسی نوعیت کی باہر کی کمپنیاں تنا ہی منافع تقسیم کرتی ہیں حالانکہ ان کا سرمایہ اور محفوظ کئی گنا زیادہ ہے۔ سرمایہ آمدنی اور منافع کی تقسیم میں ایک مکمل تناسب ہونا چاہئے۔ یادداشت میں صنعتی اداروں کی حالت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حکومت نے تاجروں، دستکاروں اور خانگی صنعتوں کے ساتھ مصالحانہ روش اختیار کی ہے۔ اس موضوع کو زیر بحث مقصد اور محصول زائد نفع اندوزی کے موجودہ مسئلہ سے تعلق نہیں۔ میری تو یہ رائے ہے کہ اگر اجناس خوردنی اور دیگر ضروریات زندگی کی قیمتوں میں اضافہ بھی ہوتا تو تب بھی ان صنعتوں پر محصول عائد کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی جنہیں غیر معمولی حالات کی وجہ سے اوسط سے زیادہ منافع حاصل ہوئے ہیں۔ محصول زائد نفع اندوزی کے مسودہ قانون کا مطمح نظر عوام کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو فائدہ پہونچانا ہے۔ اگر (الف) کو اتنا ہی فائدہ پہنچ رہا ہو جتنا کہ (ب) کو تو (الف) کو زیادہ ٹیکس ادا کرنا چاہئے کیونکہ وہ زیادہ مالدار ہے۔ اس مسودہ قانون کی یہ بنیاد ہے۔ محصول زائد نفع اندوزی سے کارخانہ داروں کی آمدنی پر ایک جزوی اثر پڑتا ہے لیکن اگر اس محصول کے نفاذ سے پوری قوم کو فائدہ پہونچتا ہے تو اس قانون کے لئے کافی جواز موجود ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ شہریوں کی مجموعی فلاح و بہبود میں رونما ہوگا۔ ایک مملکت کا منتہائے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی فلاح و بہبود کو ترقی دے۔ ایسا قانون جو مملکت کو اس مقصد پر پہنچاتا ہے مبنی بر انصاف ہے۔

افراط زر اقوام متحدہ کی ساری جنگ کا نتیجہ ہے۔ اور حیدرآباد میں افراط زر بیرونی افراط زر سے وابستہ ہے۔ جنگی خدمات اور اغراض جنگ کے لئے اشیاء خریدنے کے لئے زر قرطاس جاری کیا جا رہا ہے۔ اشیاء کی خریدی کے لئے جب تک فراہمی زر کا کوئی معقول طریقہ تجویز نہ کیا جائے افراط زر کا سلسلہ باقی رہے گا اور اس کا رد عمل قیمتوں پر پڑے گا لیکن محصول زائد نفع اندوزی عائد کرنے کے سلسلہ میں حکومت نے یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ یہ محصول تمام خرابیوں کا علاج ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے بیشتر خرابیاں دور ہو جائیں گی جس صورت حال سے حکومت دو چار ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف کاروباری طبقہ شور مچا رہا ہے کہ محصول زائد نفع اندوزی کا مسودہ واپس لے لیا جائے اور دوسری طرف غریب عوام کی ضروریات نئے مالیات کی فراہمی کی متقاضی ہیں۔ یہ دو قوتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن چونکہ کوئی جدید محصول نافذ نہیں کیا جاسکتا اس لئے ایک بہترین درمیانی راستہ یہ ہے کہ ملک کی فلاح و بہبود کے لئے آمدنی کے وافر ذرائع سے استفادہ کیا جائے۔

یادداشت میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ملک کی آئندہ خوش حالی پر صنعت و تجارت کا زبردست اثر پڑتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ محصول بتدریج نافذ کیا جائے۔ مسٹر ذوالفقار علی فرماتے ہیں۔

"تجارت ہی پر کئی سلطنتوں کی بنیادیں قائم ہوئیں اور کئی ایک قوموں نے اپنے صنعتی اور تجارتی حقوق اور وسعت کے لئے خونریز جنگیں لڑیں۔ متمدن ممالک میں صنعتی اور تجارتی طبقات کے ساتھ خصوصی مراعات ملحوظ رکھی جاتی ہیں ...... ہر جدید ٹیکس کے عائد کرنے کا یہ ایک ابتدائی اصول ہے کہ جس کو بتدریج رائج کیا جائے اور کم شرح سے آغاز کیا جائے۔"

یہ استدلال بہت صاف ہے اور اس سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ بہت واضح ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں امن کے زمانہ میں صحیح ہوسکتی ہیں نہ کہ "خونریز جنگوں" کے زمانہ میں۔ تدریجی محصول اندازی پر بحث کرتے ہوئے میرے دوست نے عارضی، "اتفاقی" اور مستقل محصول کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ تدریجی محصول اندازی کا سوال صرف مستقل محصول کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جب عوام کی زندگی ہی خطرہ میں ہو تو آئندہ خوش حالی کے سوال کو اس حالت پر چھوڑ دینا چاہئے۔

سررشتہ عدالت میں اصلاحات

من ابتدائے آذر ۱۳۴۸ف ... عدالتی اور انتظامی امور کی اصلاح ہوئی ہے وہ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

الف۔ عدالتی۔ عدالت العالیہ۔

۱۔ بقایا مقدمات کے انفصال کے لئے روزانہ خاص بینچ منعقد کئے جا رہے ہیں۔

۲۔ سابق میں جسٹسوں میں بعض اراکین مجلس بنچ کی کام میں مصروف رہتے تھے اور بعض جوڈیشل کمیٹی میں تشریف لے جاتے تھے اور عدالتی کام انجام نہ پاتا تھا اس کی اصلاح اس طرح کی گئی کہ میر مجلس صاحب اور دیگر معزز اراکین عدالتی اور انفصالی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ نصف یوم میر مجلس صاحب انتظامی کام میں صرف فرماتے ہیں۔ اس طرح ہفتہ کا دن بھی سماعت مقدمات کے لئے وقف ہوگیا ہے اور جلد انفصال اور کمی دوران کا باعث ہو۔

۳۔ جدید مقدمات کو فہرست میں داخل رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور پیشی مقررہ پر ان کی سماعت نہ ہو سکے تو دوسرے دن ان کی سماعت لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس وجہ سے قدیم مقدمات کا جلد تصفیہ ہو رہا ہے اور گواہان اور فریقین آمد و رفت کے بار سے بچ گئے ہیں۔

۴۔ یہ بھی لازم قرار دیا گیا ہے کہ عموماً فیصلہ جات برسر اجلاس لکھے اور اسی وقت سنائے جائیں۔

۵۔ اراکین عدالت العالیہ کے معزز جوڈیشل کمیٹی میں اندراج ایک ہونے سے عدالت العالیہ کا کام متاثر ہو رہا تھا اس کے متعلق یہ طے کر دیا گیا کہ آئندہ سے بجز خاص حالات کے اراکین جوڈیشل کمیٹی نہ جاسکیں گے۔

۶۔ حسب دفعہ (۲۰۲) ضابطہ دیوانی تحریریوں کے میسر آجانے کی صورت میں بلا حصول حکم اجلاس اسقد تحت طلب کی جاکر سماعت کی کاروائی کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

عدالت ہائے تحت۔

۱۔ سابقہ احکام کی تعمیل پر خاص توجہ کرنے کا حکم جاری ہوا ہے اور اس کی نگرانی ہوا کرے گی بلا اطلاع نقیح و فائزہ عدالت ہائے تحت سے کی جا رہی ہے۔

۲۔ سشن کے مقدمات فوجداری کے جلد تصفیہ کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ ابتدائی تحقیقات کی جائے اور ایک مرتبہ کی تحقیقات شروع ہو جائے تو اس کو حتی الوسع ختم کیا جائے۔

۳۔ یہ بھی ہدایت دی گئی ہے کہ بصیغہ مرافعہ عدالت ہائے میں اگر مقدمات طلب ہوں تو ایک علحدہ مسل قائم کرکے کارروائی تعمیل جاری رکھیں تاوقتیکہ اس کے متعلق کوئی حکم عدالت العالیہ سے نہ دیا جائے۔ اس سے کارروائی کا تصفیہ جلد ہو سکے گا۔

۴۔ قانون تقسیم جائداد نشان (۱۲) بابت ۱۳۴۷ف کی دفعہ (۱۱) کے تحت قواعد مرتب کئے گئے۔ اور یہ واضح کیا گیا کہ درخواست ہائے تقسیم جائداد کن امور پر مبنی ہوں گی اور ان میں کن واقعات کی صراحت ضروری ہے۔ عدالتوں کو کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے۔ اور کس نوبت پر کمشنر کا تقرر مناسب ہوگا اور اختیارات

(ب) انتظامی

۱۔ روزانہ انتظامی کام آغاز فرمانے سے قبل جناب میر مجلس صاحب اہل معاملہ عمال عہدہ داران کو وقت دے کر ان کے عذرات و شکایات پیش کرنے اور بالمشافہ گفتگو کا موقع عطا فرماتے ہیں۔ جس سے عام طمانیت کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔

۲۔ عدالت العالیہ میں عام طور سے جاری گمنام درخواستوں کا سلسلہ جاری رہا کرتا تھا۔ ان کی تحقیقات میں وقت ضائع ہوتا تھا کیونکہ عموماً یہ بے اصل ثابت ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ اس عمل سے عمال اور عہدہ داران میں بے اطمینانی عام ہوگئی تھی اس کے انسداد کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جب کبھی ایسی شکایتی درخواست وصول ہوتی ہے تو عہدہ دار متعلقہ کے معاینہ کے لئے بھیج دی جاتی ہے تاکہ وہ معلوم کر سکے کہ شکایت کیا ہے۔ اگر ان میں کچھ اصلیت ہے تو وہ اپنے طریق عمل کی اصلاح کرے اور بے اصل ہو تو درخواست بجنسہ واپس کر دے اس عمل سے حیرت ناک طریقہ پر گمنام درخواستوں کا سلسلہ تقریباً بند ہوگیا۔

۳۔ دفتری سہولت کے مدنظر حسب ذیل عمل کیا گیا۔

۱۔ احکام فیصلہ جات بھیجنے وغیرہ کی اجرائی کے متعلق عام شکایت تھی۔ اس کے انسداد کے لئے ایک جداگانہ صیغہ ٹائپ قائم کیا گیا اور تمام ٹائپسٹ ایک منتظم کے تحت دے گئے اس سے بلا لحاظ اوقات فرائض ذمہ داری سے کام بروقت جاری ہو رہا ہے۔

۲۔ تقسیم موجودہ کا طریقہ یہ تھا کہ اہلکاران موجودہ اپنی فرصت سے کاغذات صیغوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اس طریقہ کو مسدود کرکے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ اہلکاران متعلقہ خود وقت مقررہ پر صیغہ موجودہ سے اپنے اپنے کاغذات حاصل کر لیں اس سے وقت کی بچت کے علاوہ فریقین کو بیجا پریشانی سے نجات ملی اور اہلکاروں کو بھی ... کام کا موقع حاصل نہ رہا۔

۳۔ تقسیم کار کے سلسلہ میں صیغہ جات کی تنظیم کی گئی۔

۴۔ عمال و ملازمین کی رخصت کی منظوری کا اختیار بلحاظ صراحت ... عدالت العالیہ کو دیا گیا۔

۵۔ استفساری مراسلات کی اشد ترتیب دی جانے کے بجائے اصل مراسلہ پر جواب لکھ کر واپس کرنے کا طریقہ رائج کیا گیا۔

۶۔ فیصلہ جات کے صدور کے بعد ڈگریات بروقت مرتب نہ ہوتی تھیں جس سے فریقین مقدمہ کا نقصان ہو رہا تھا۔ اس کے ازالہ کے لئے ایک علحدہ صیغہ قائم کیا گیا جو فیصلہ کے بعد ہی ڈگریات مرتب اور جاری کرتا ہے۔

۷۔ عمال و ملازمین کی فہرست سینیارٹی طبع و شائع کی گئی تاکہ ہر اہلکار کو اس کا سلسلہ سینیارٹی معلوم ہو سکے اور ترقی دی جا سکے۔ اس سے عام طور پر عمال و عہدہ داران میں طمانیت پیدا ہو گئی ہے۔

۸۔ اسناد وکالت درجہ اوّل و دوم و سوم کی تجدید ہر سال عدالت العالیہ سے ہوا کرتی تھی آئندہ سے عدالت ہائے تحت سے ان کی تجدید ہوگی۔ البتہ ابتدائی اور دوامی سند مجلس سے عطا ہوا کرے گی اس طرح تجدید اسناد میں مدت بچ جائے گی اور جلد دوآنے کی کسی کو ضرورت نہ رہے گی۔ نیز وکلا غیر ضروری اخراجات سے بھی بچ جائیں گے۔

۹۔ قواعد عدالت العالیہ اور قواعد و ہدایات برائے عدالت ہائے تحت زیر ترتیب ہیں جن سے بے شمار گشتیات کی موجودگی کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور احکام آسانی سے مل سکیں گے اور ان کا تعین ہو جائے گا۔

(ج) متفرقات۔

۱۔ مطبع کی تنظیم جدید عمل میں لائی گئی اور نظائر عثمانیہ کی بہتر اشاعت کا انتظام کیا گیا۔

۲۔ کتب خانہ کی تنقیح و اصلاح ہو رہی ہے۔

۳۔ علاوہ امور متذکرہ صدر کے متعدد احکام و گشتیات ہدایتی عدالت ہائے تحت کی رہنمائی کے لئے جاری کی گئی ہیں اور قدیم اصول کی جگہ جدید طریقوں کو رائج کیا گیا ہے۔ متعدد اسکیم و اصلاحات ابھی عدالت عالیہ اور حکومت کے زیر غور ہیں۔

بلدیہ کے انتخابات کا التوا

حکومت سرکار عالی نے تصفیہ کیا ہے کہ بلدیہ کے آئندہ سال ۱۳۵۳ف میں ہونے والے انتخابات کو ملتوی کر دیا جائے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رائے دہندوں کی موجودہ فہرست آٹھ نو سال پہلے کی مرتب کردہ ہے اور دوسرے یہ کہ اصلاحات کی اسکیم کے تحت ترمیم قانون بلدیہ کی کارروائی ابھی تک بھی مراحل طے نہیں کر چکی ہے۔

(معلومات عامہ)

مملکت آصفیہ کی معاشی و معاشرتی ترقی کی سرگزشت

بقیہ سلسلہ صفحہ اول کا

نافذ ہوئیں تو باشندگان ممالک محروسہ کے دل میں بھی قدرتی طور پر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حکومت وقت سے زیادہ ترقی یافتہ نظام حکومت قائم کیا جائے۔ اعلیٰحضرت بندگان عالی نے اس خواہش کو فیاضانہ طور پر ملحوظ رکھا اور اسی خواہش کی تکمیل کے لئے دستوری اصلاحات کی جدید اسکیم بھی منظور ہوئی ہے جو حسب ذیل پر مشتمل ہے۔

الف۔ منتخب کردہ اراکین کی اکثریت رکھنے والی مجلس وضع قوانین کا قیام۔

ب۔ قومی تعمیری محکموں کے لئے آئینی مشاورتی مجالس کا قیام۔

ج۔ پبلک سروسوں میں داخلہ کے طریقہ کو منظم کرنے کے لئے ایک مجلس کا قیام۔

د۔ اضلاع اور قصبہ جات میں منتخب کردہ اکثریت رکھنے والی مجالس مقامی حکومت خود اختیاری کا قیام۔

ھ۔ ضلع واری کانفرنسوں کا سالانہ انعقاد

س۔ دیہی پنچایتوں کا قیام

زرعی اصلاحات

نظم ونسق مالگزاری کو زیادہ بہتر اور کارکرد بنانے اور رعایا کی مشکلات رفع کرنے کی غرض سے بھی متعدد اصلاحات نافذ کی گئی ہیں۔ چنانچہ قانون انتقال آراضی اور قانون ادائی قرضہ کا نفاذ ہوا تاکہ زراعت پیشہ طبقوں کے مفاد کی حفاظت ہوسکے اور ان کی آراضیات ساہوکاروں کے ہاتھوں میں منتقل ہونے سے محفوظ رہیں ساہوکاروں کے لئے شرح سود کا بھی تعین کردیا گیا ہے۔ اور اب تا وقتیکہ شرح سود وصول نہیں کی جاسکتی۔ ناقابل وصول قرضے گردی بینکوں سے متعلق ہوگئے ہیں جو ساہوکاروں کے بجائے بوقت ضرورت کاشتکاروں کی امداد کریں گے مزید امداد کے طور پر مویشی چرانے کا محصول منسوخ کردیا گیا۔ ذاتی کنووں سے سیراب ہونے والی آراضی کے لئے نقلی دوبارہ مقرر کیا گیا اور سب سے زیادہ یہ کہ باشندگان مواضعات کے ایک طبقے سے بلا اجرت کام لینے کا طریقہ مسدود کردیا گیا" جو قدیم جاگیری نظام کی یادگار تھا۔ اس ضمن میں اعلیٰحضرت نے خود پیش قدمی فرمائی اور یہ طریقہ سب سے پہلے علاقہ جات صرف خاص مبارک میں مسدود کیا گیا۔ بیگار کی مسدودی کے علاوہ ہندیہ وہ تمام ناسنصفانہ طریقے بھی منسوخ کردئے گئے جو مزدور پیشہ طبقے پر عائد کئے جاتے تھے۔

معافی اور تقاوی

عالیہ دور میں جو معاشی پستی پیدا ہوگئی ہے اس کے پیش نظر محصول مالگزاری میں رعایا کو معافی دی گئی ہے جس کی مجموعی مقدار تقریباً (۱،۵۰،۰۰،۰۰۰) روپیہ ہے اس کے علاوہ سرمایہ قحط سے (۳۰،۰۰،۰۰۰) روپیہ بطور تقاوی تقسیم کئے گئے ہیں۔ یہ تقاوی قرضے اس غرض سے دئے گئے ہیں کہ کاشتکاروں کو کم شرح سود پر قرض دے کر ان کی امداد کی جائے۔

جہاں تک کہ تعین مالگزاری کا تعلق ہے ممالک محروسہ کے کسی حصہ میں بھی تنگی دوبارہ اتنا زیادہ نہیں جتنا کہ برطانوی ہند کے ملحقہ صوبوں میں ہے۔ مزید برآن گزشتہ بتیس سال سے حکومت حیدرآباد کا مستقل عمل رہا ہے کہ اگر فصل خراب ہو تو محصول مالگزاری میں معافی اور برآئندگی عطا کی جائے عہد حکومت کے جشن سیمیں کے موقع پر بھی اعلیٰحضرت بندگان عالی نے (۳۰) لاکھ روپے کی معافی عطا فرمائی تھی۔

آزاد عدلیہ

مملکت آصفیہ کے موجودہ حکمران کے عہد حکومت میں جو اصلاحات ہوئی ہیں ان میں عاملہ سے عدلیہ کی علحدگی بھی شامل ہے۔ یہ ایسی اصلاح ہے جس کے لئے برطانوی ہند کے باشندے نصف صدی سے مطالبہ کررہے ہیں اور برطانوی صوبوں میں قائم شدہ عوامی حکومتیں بھی اسے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیں جدید انتظامات کے نفاذ میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے ۱۹۲۶ء میں نظام عدلیہ کی ازسرنو تنظیم کی گئی۔ عدالت العالیہ کو ایک منشور عطا کیا گیا جس میں واضح طور پر اسے ممالک محروسہ کی اعلیٰ ترین عدالت تسلیم کیا گیا جسے حکمران سے براہ راست اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ نظام عدلیہ میں جو دوسری اصلاحات کی گئیں ان میں بلدہ حیدرآباد میں بعض نوعیت کے مقدمات کے لئے نظام جیوری کا نفاذ سررشتہ عدالت میں ملازمت اور وکالت کے لئے اہلیت کے بارے میں برطانوی ہند میں نافذہ قواعد کے مماثل جدید قواعد و ضوابط کی تدوین اور عدالت العالیہ کے فیصلوں کے خلاف مرافعوں کی سماعت میں حکمران کو مشورہ دینے کے لئے انگلستان کی پریوی کونسل کے مساوی جوڈیشل کمیٹی کا قیام بھی شامل ہے۔

محصول زائد نفع اندوزی کے مخالفین کا مضحکہ خیز استدلال

بقیہ سلسلہ صفحہ (۴)

مولوی میر لائق علی صاحب یہ اعتراف کرتے ہیں کہ صنعت تجارت نے ناجائز فائدے اٹھائے اور یہ کہ قیمتیں حد سے زیادہ اونچی ہوگئی ہیں اور اجناس کی قیمتوں سے سب سے متردد ہیں۔

صورت حال کی توضیح

جملہ منافعوں پر فی صد محصول اور اس کے بوجھ کے متعلق مولوی لائق علی صاحب کا خیال ہے کہ یہی اونچی شرح کے ساتھ محصول عائد کرنا اور دو تین سال پر اس کا استقدامی اثر ڈالنا حکومت سرکار عالی کی روایات کے خلاف ہے۔ صحافتی اطلاعیہ میں اور وجوہ و فحوا کی اس یادداشت میں جو مسودہ قانون کے ساتھ شائع کی گئی تھی ایک مقابلہ کافی طور پر واضح کردیا گیا تھا کہ قبل جنگ کے معمولی منافعے کسی حالت میں محصول سے اثر انداز نہ ہوں گے۔ بلکہ محصول صرف اسی وقت عائد ہوگا جب کہ موجودہ منافعے قبل جنگ کے معمولی منافعوں سے متجاوز ہوں گے۔

اس کے علاوہ فرسودگی کی جو شرحیں تجویز کی گئی ہیں وہ بہت ہی مناسب ہیں اور جو کارخانے ایک پالی سے زیادہ مرتبہ کام کرتے ہیں ان کے ساتھ فرسودگی کی زائد شرح کی اجازت ملحوظ رکھی گئی ہے جو عام شرح کے پچاس فیصد تک ہے۔

قانون کے متعلق یہ نکتہ چینی کی جاسکتی ہے کہ دوران جنگ میں کچھ تاخیر کے ساتھ روبہ عمل لایا گیا لیکن اس کے خلاف یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ وہ دو تین سال پر استقدامی اثر رکھے گا۔

"چرچل کی نہیں"

اٹلانٹک چارٹر میں ترمیم کرنے سے انکار

لندن۔ ۲۲ جولائی۔ آج برطانوی دارالعوام میں کسی نے مسٹر چرچل سے تجویز کیا کہ ان کو اٹلانٹک چارٹر میں ترمیم کرنے کے لئے گفت و شنید شروع کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ امریکی کانگریس نے اسے منظور نہیں کیا ہے اور انگلستان اور دوسرے اتحادی ممالک میں یہ اندیشہ پایا جاتا ہے کہ اس میں بعض دفعات ایسی ہیں جن کی وجہ سے صلح کی شرائط کرنے میں اتحادی اقوام کے طریق کار میں سخت رکاوٹ پڑے گی۔ مسٹر چرچل نے جواب میں کہا "ہرگز نہیں۔" ۲۲

۲۳۔ سوال کرنے والے نے دریافت کیا کہ کیا مسٹر چرچل کو اس بات کا علم ہے کہ اٹلانٹک چارٹر کی بعض دو دفعات سے اتحادی اقوام پر ایسی پابندیاں لگ گئی ہیں جو صلح کے شرائط پر بحث کے وقت بے حد خطرناک ثابت ہوں گی۔ مسٹر چرچل نے اس کے جواب میں کہا کہ "ہمارے لئے فکر کرنے کو بہت سی اس سے بھی بڑی بڑی باتیں ہیں"۔ انھوں نے کہا کہ اٹلانٹک چارٹر محض موٹے موٹے اور اصولوں کا ایک بیان ہے جو آگے پہنچنے وقت ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے لئے اٹلانٹک کے دونوں طرف کے کسی ملک کی دستوری طرز کی باقاعدہ منظوری کی ضرورت نہیں ہے۔

(رائٹر)

ملک کی اکثریت محصول زائد نفع اندوزی کی

تائید کر رہی ہے

حالات جنگ کی وجہ سے اشیاء یحتاج خصوصاً غلے و پارچہ کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہونے کی وجہ سے کم معاش ملازمین سرکار اور ملک کا غریب ترطبقہ (جو کثیر تعداد میں ہے) ایسی مشکلات میں مبتلا ہو گیا ہے جس سے آج تک اس کو کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس گرانی و قلت کی وجہ سے ملک کے اقتصادی و معاشی نظام متاثر ہونے لگے۔ لہذا حکومت نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس غریب ترطبقہ کی امداد کے لئے کوئی عملی قدم فوری اٹھایا جائے ٹیکس زائد نفع اندوزی تجویز کیا۔ تاکہ وہ لوگ جنہیں حالات جنگ کی وجہ سے کثیر منافع ہو رہا ہے غرباء کی امداد کے لئے اپنی آمدنی کا ایک حصہ بطور ٹیکس زائد نفع اندوزی ادا کریں۔

اس مسودہ قانون کے شائع ہونے کے بعد ہی تمام ملک میں غیر معمولی دلچسپی کی لہر دوڑ گئی۔ مسودہ قانون کے اصول و جزئیات پر اب تک اخبارات کے اداریے۔ بیانات اور یادداشتوں کے ذریعہ کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ خیالات جو اس کے موافق و مخالف ظاہر کئے گئے ہیں ان سے ایک طرف یہ واضح ہوتا ہے کہ ملک کی بہت بڑی اکثریت اور ملک کے ذمہ دار ادارے اور قائدین اس مسودہ قانون کے اصول کے حامی ہیں اور دوسری طرف مخالفین میں زیادہ تر وہ لوگ نظر آتے ہیں جنہیں یہ ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اب تک جو اعتراضات ہوئے ہیں ان کے متعلق بوضاحت حسب ذیل جوابات دئے جا سکتے ہیں۔

(۱) حال ہی میں ایک یادداشت میں ہماری صنعتی تاریخ کا جو پس منظر پیش کیا گیا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دس سال قبل ہمارے یہاں کی صنعتی کارخانے محدود سے چند اور نہایت ہی غیر اہم تھے صرف گزشتہ دس سال سے صنعتوں کی طرف ہم نے توجہ کی اور اس وقت جو صنعتیں ملک میں موجود ہیں وہ صرف ملک کے سرمایہ داروں، صنعتوں کے مالکوں کی وجہ سے ہی وجود میں نہیں آئیں بلکہ تقریباً جملہ صنعتیں حکومت کی رہین منت ہیں اس لئے کہ حکومت کی امداد و ہمدردی کے بغیر انکا وجود میں آنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا۔ جو حکومت صنعتوں اور اس کے مالکوں سے اس قدر دلچسپی رکھتی ہو اس کے متعلق یہ خیال کہ وہ صنعت و تجارت کو ملک کے آئندہ معاشی نظام میں اہمیت نہیں دیتی۔ صرف غیر صحیح ہی نہیں بلکہ کفران نعمت کے مترادف ہے علاوہ ازیں اگر ہماری صنعتیں ترقی کی ہیں تو کیا

اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ ان کو (۵۰۰) فیصد سے بھی زائد منافع ہے تو پھر بھی ان کی غیر معمولی خوشحالی سے ملک کے غریب طبقہ کو کوئی فائدہ پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ بلکہ ان غریبوں کو ان کی زبوں حالی پر چھوڑ کر صنعتوں کا کثیر منافع تقسیم کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

(۲) - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہماری صنعتیں ابھی تک ایسے مدات محفوظ قائم نہیں کر سکی ہیں جیسے کہ برطانوی ہند کی چند صنعتوں نے کیا ہے جن کا اظہار صدر نشین ایوان تجارت کی یادداشت میں کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ جن برطانوی ہند کی صنعتوں و کارخانوں سے ہمارے یہاں کی صنعتوں کا مقابلہ کیا گیا ہے وہ پچاس ساٹھ سال سے زائد عرصہ کی قائم شدہ ہیں۔ ان کے مدات محفوظہ گذشتہ آٹھ دس سال میں قائم نہیں کئے گئے اور نہ ان مدات محفوظہ کے لئے رقومات غیر معمولی منافع سے پس انداز کی گئی ہیں۔ برطانوی ہند کے کارخانوں و صنعتوں کے مدات محفوظہ ابھی معمولی منافع سے جو عرصہ دراز سے انہیں حاصل ہوتا رہا قائم کئے گئے ہیں۔ ہمارے یہاں کی نئی صنعتوں کو ابھی اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ اپنے یہاں کے محفوظات اس قلیل عرصہ میں اس حد تک قائم کر لیتے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس زمانے میں کثیر محفوظات قائم کر لینا دور بینی و مصلحت پر مبنی ہوگا تو پھر بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ٹیکس میں ایسے کونسے موانعات ہیں جو اس میں حائل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں کی صنعتوں کے خاص حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت نے برطانوی ہند کے مقابلہ میں بہت ہی کم شرح ٹیکس تجویز کی ہے جس کی وجہ اس ٹیکس کی ادائی کے بعد بھی ہماری

صنعتیں اپنی مالی حالت کو مستحکم کر سکتی ہیں مثلاً کسی کاروبار کا معیاری منافع (۵۰) ہزار روپے اور حالات جنگ کی وجہ سے اسے ایک لاکھ کا منافع ہو تو اس مسودہ قانون کی رو سے وہ کاروبار صرف (۵۰) ہزار زائد منافع پر (۴۰) فیصد یعنی (۲۰) ہزار ٹیکس ادا کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں (۸۰) ہزار منافع کاروبار کے پاس ہی رہے گا کہ اس سے وہ محفوظ میں اضافہ کرے یا حصہ داروں میں تقسیم کرے اس زائد منافع پر جو بلا مزید احتیاجات و مشقت کے صرف حالات جنگ کی وجہ سے ہی حاصل ہو رہا ہے اجو قلیل رقم حکومت حاصل کرے گی اس سے کاروبار کے استحکام پر کوئی مضر اثر مترتب نہیں ہو سکتا۔

(۳) - محولہ بالا یادداشت میں ہمارے یہاں کے چند کارخانوں کے اعداد منافع بابتہ سنہ ۱۳۴۲ف پیش کرکے یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ منافع کثیر نہیں ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ۱۳۴۳ف و ۱۳۴۴ف کے توقعات زیادہ بہتر ہونے کا بھی اعتراف کیا گیا ہے۔ مناسب تو یہ ہوتا کہ اس امید افزا حالت کے اعتراف ہی پر اکتفا کر کے کم از کم ۱۳۴۳ف کی حد تک چند صنعتوں کے اعداد منافع بتلا دئے جاتے۔ لیکن چونکہ ایسا اظہار مقصد کے خلاف تھا اس لئے اعداد نہیں دئے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۳۴۳ف میں اکثر صنعتوں کو غیر معمولی منافع ہوئے جو (۱۰۰) سے (۴۰۰) فیصد تک شمار کیا جا سکتا ہے اگر اس کثیر منافع کا ایک جزو حکومت کے غریب و نادار طبقہ کی حالت سدھارنے کے لئے جو سوسائٹی کا ایک بڑا و اہم جزو ہے دیا جائے تو ان کمپنیوں کی مالی حالت کو کس طرح نقصان پہنچ سکتا ہے اگر اس قدر کثیر منافع کے بعد بھی ہماری صنعتوں کو یہ اندیشہ رہے کہ وہ اپنی مالی حالت کو مستحکم نہیں کر سکیں یا محفوظات قائم نہیں ہو سکتے تو پھر بعد ختم جنگ جبکہ اس قدر کثیر منافع کی توقع نہیں ہو سکتی ان کے لئے کیا امید ہو سکتی ہے۔

ف - ہمارے یہاں کے خاص حالات کے مدنظر ہی حکومت نے اس مسودہ قانون میں برطانوی ہند کے قانون کی تقلید کرنے کے بجائے ایسی رعایتیں رکھی ہیں جن سے ہماری نوخیز صنعتیں مستفید ہو سکتی ہیں۔

معیاری منافع کے انتخاب کے لئے انہیں موقع

دیا گیا ہے کہ سنہ ۱۹۳۹ء سے سنہ ۱۹۴۳ء تک جس سال کو منافع سب سے زائد ہوا اس کو معیاری منافع قرار دیں۔ ایسے کاروبار جو ما بعد جنگ آغاز کئے گئے ہوں ان کا معیاری منافع سرمایہ کے دس دوبارہ فیصدی کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ خود ٹیکس کے حساب لگانے میں یہ صورت رکھی گئی ہے کہ کسی سال زائد منافع پر ٹیکس دینے کے بعد اگر دوسرے سال کاروبار میں نقصان ہو تو ایسا نقصان آئندہ سال کے منافع میں سے مجرا دیا جائے گا۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ خورداد سنہ ۱۳۵۱ف سے جب سے کہ یہ ٹیکس عائد ہوگا ختم مدت تک جملہ مدت میں جو اصل منافع ہو اس پر ٹیکس عائد ہو۔

ف۔ یہ کہنا کہ صنعتوں کو غیر معمولی منافع نہیں حاصل ہو رہا ہے بلکہ حالات جنگ کی وجہ سے صرف تجارت پیشہ افراد ہی بیجا طور فائدہ حاصل کر رہے ہیں خلاف واقعہ ہے۔ زائد نفع کی ذمہ داری نہ مالکان صنعت پر ہے اور نہ تجارت پیشہ یا درمیانی لوگوں پر۔ دراصل یہ گرانی وقت کا نتیجہ ہے جو حالات جنگ کی وجہ سے رونما ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ملک کا کثیر طبقہ افلاس میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اور اتفاقاً ایک چھوٹے طبقہ میں دولت منتقل و جمع ہو رہی ہے۔ تجارت پیشہ افراد بھی ان حالات جنگ کی وجہ سے اسی طرح متاثر ہوئے ہیں جس طرح سے دیگر کاروبار ہوئے ہیں جس کی توضیح چند کمپنیوں کے منافع کے اعداد سے ہو سکتی ہے۔ رہا یہ امر کہ صارفین کی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے بھی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے ناقابل قبول ہے اس لئے کہ اگر چند دولت مند صارفین ایسے ہوں بھی جنہوں نے غلہ کا ذخیرہ جمع کیا ہو تو ان کی تعداد بہت ہی کم ہوگی۔ تاجر یا کسان ان کے ذخائر بیوپار کے لئے نہیں بلکہ خوف و پریشانی کی وجہ سے اپنی ضروریات کے لئے جمع کئے گئے ہیں اس لئے ان کی مقدار قابل لحاظ نہیں ہو سکتی۔

ف۔ کسانوں کی حد تک ذخیرہ اندوزی کا الزام کسی طرح صحیح ہو سکتا۔ ہمارے یہاں کے کسان تو اپنے افلاس کی وجہ سے ضرب المثل بن گئے ہیں ان میں اتنی استطاعت کہاں کہ اپنی پیداوار کو اس وقت تک اٹھا رکھیں جبکہ انہیں خاطر خواہ قیمت ملے۔ دن رات کا مشاہدہ تو یہ بتلاتا ہے کہ وہ اپنی پیداوار اونے پونے ہی فروخت کرتے ہیں اس لئے کہ ادائی قرض کے لئے جس قدر جلد ہو سکے انہیں روپیہ حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ف۔ یہ کہنا کہ چونکہ ہمارے یہاں افراط زر نہیں ہے اس لئے یہ ٹیکس غیر ضروری ہے درست نہیں ہے۔ برطانوی ہند میں افراط زر کے جو اثرات ہوتے ہیں ان سے حیدرآباد بھی محفوظ نہیں رہ سکتا تھا قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے ہمارے یہاں صارفین کو غلہ و پارچہ و دیگر اشیاء ضروریات کے لئے کثیر قیمت ادا کرنی پڑتی ہے بلکہ جو سامان کہ خود سرکار عالی میں تیار ہوتا ہے وہ بھی برطانوی ہند کی طرح کوئی محصول نہیں دیا جاتا اس کی قیمت میں بھی اضافہ کی وجہ سے ان کے لئے وہ مشکلات پیش آ رہی ہیں جو افراط زر کی صورت ہوا کرتی ہیں۔

ف۔ مجوزہ ٹیکس گذشتہ دو ایک سالوں کے منافع پر بھی عائد ہوتا جو بتلایا جاتا ہے خلاف واقعہ ہے آمدنی کا ٹیکس یا ٹیکس زائد نفع اندوزی اصولاً سنہ گذشتہ کی آمدنی پر ہی عائد ہوتا ہے اس لحاظ سے اگر یہ مسودہ قانون جاریہ میں منظور ہو جائے تو اس کے نفاذ کی وجہ سے سنہ ۱۳۵۴ف محسوب شدنی حسابی مدت میں شامل کیا جائے گا۔ البتہ خورداد سنہ ۱۳۵۱ف سے ختم آبان سنہ ۱۳۵۴ف تک کی حسابی مدت کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ٹیکس استقدامی طور پر بھی عائد کیا جا رہا ہے لیکن برٹش انڈیا میں جہاں کہ سنہ ۱۹۳۹ء سے یہ ٹیکس عائد کیا گیا ہے اس کے مقابلہ میں صرف خورداد سنہ ۱۳۵۱ف سے ہمارے یہاں وصول کی تجویز غیر واجبی تصور نہیں کی جا سکتی۔

ف۔ سب سے بڑی کسوٹی جس کے معیار پر اس مجوزہ ٹیکس کو جانچا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا اس ٹیکس کا بار ان لوگوں پر پڑ رہا ہے جو اس سے متحمل ہو سکتے ہیں اور کیا اس کی آمدنی کا حکومت نے کوئی ایسا مصرف بتلایا ہے جو مستحسن قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ٹیکس ان ہی لوگوں سے وصول کیا جانے گا جو جنگ کے غیر معمولی حالات کی وجہ سے غیر معمولی منافع حاصل کر رہے ہیں اور ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا جو جنگ کے غیر معمولی حالات کی وجہ سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے ہیں۔

ف۔ یہ اعتراض کہ مجوزہ ٹیکس کی آمدنی اس قدر قلیل ہوگی کہ اس سے ملک کے لاکھ دو لاکھ سے زائد غربا مستفید نہیں ہو سکیں گے درست نہیں ہے۔ اب تک غریب طبقہ کی امداد کے لئے حکومت سے جس قدر ہو سکا امداد دی جاتی رہی ہے اور اس ٹیکس کی آمدنی کے وصول ہونے کے بعد اس امداد میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ سب کی امداد نہیں کی جا سکتی اس لئے کسی کی بھی امداد نہ کی جائے۔

(صراط الدین)

مزدور مجوزہ ٹیکس کا خیر مقدم کرتے ہیں

سکندرآباد ۔ ۱۵ امرداد (جولائی) انجمن ملازمین ریلوے کا سالانہ جلسہ عام اگست کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوگا جس میں انجمن کے عہدہ داران کا انتخاب بھی عمل میں آئے گا۔

انجمن ملازمین ریلوے نے مجوزہ ٹیکس زائد نفع اندوزی کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں حکومت کو اس کے اس اقدام پر مبارکباد دیتے ہوئے یہ بھی خواہش کی گئی ہے کہ غریب ملازمین اور مزدوروں کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے پانسو روپیہ سے زائد تنخواہ پانے والے گزیٹیڈ عہدہ داروں کی تنخواہوں میں بھی تخفیف کی جائے۔

ادب

احمد پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (مالک) دفتر مملکت سانچہ توپ سے شائع ہوا۔